OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
ISSN (Online): 2791-0067
https://aisbbu.com/

یہودیت میں تصور جنگ کا علمی وتاریخی جائزہ

A scholarly and historical review of the concept of war in Judaism

Seema Muhammad Deen
Ph.D. Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of Peshawar
purkha66@gmail.com

Prof. Dr. Dost Muhammad
Ex-Director/ Supervisor, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of Peshawar

Abstract

War in Judaism is a controversial idea. There are two main sources to study Judaism. The first is Bible (Old Testament). The second one is Talmud. But when we search about the idea of war in these two sources, we find contradiction. Bible is very confident in telling about wars and its types but on the other hand Talmud's way to address about the war is pacifist. In other words the rabbis adopted quietism and made the Jewish nation quiet until the coming of Messiah. The reason is that the Jewish suppressed position didn't enable them to pronounce their ideas. Now the Israeli state is very confident today to give its idea about war, the strategies today in Israel about war are based on Biblical depictions and Maimonides's views, which is very astonishing for a new researcher. The scholars that want to solve the contradiction base their study on criminal law (laws of pursuer), they reduce the limits only to defensive wars.

Keywords: *Judaism, concept of war, controversial idea, old testament.*

یہودیت ایک الہامی مذہب ہونے کی حیثیت سے ایک معتبر مقام رکھتاہے۔ دراصل یہودیت کا بنیادی ماخذ عہد نامہ قدیم ہے۔ عہد نامہ قدیم کے بعد یہودی، تالمود کواس مذہب کا بنیادی مرجع تسلیم کرتے ہیں۔ نظریہ جنگ کے بارے میں اگران دونوں مصادر میں تحقیق کی جائے تو قاری کو تضاد ملتاہے اور بلا تطبیق کے ان دونوں بنیادی مراجع کے نتائج کو تسلیم کرنانا ممکن ہے۔ دوسری جانب اگر عصر حاضر کے یہودیوں کے افکار اور نظریات کو پڑھا جائے تو وہاں کھینچ تان کر یہودی نظریہ جنگ کو (IHL) بنیادی انسانی قانون کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ۲۰۱۲ء میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق دراصل یہودی نظریہ جنگ کچھ ایسے ادوار سے ہو کر گزراہے کہ اس نے ہر زمانے میں نئے تصورات پیش کیے ہیں۔ دراصل یہ اُس غلامانہ ذہنیت کے اثرات ہیں جو یہودیوں کو گزرانے پڑے۔

قرآن مجید اور عہد نامہ قدیم میں ہمیں یہودیت کی تاریخ سمجھنے کے لیے خاطر خواہ تفاصیل ملتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارض کنعان ہجرت کر کے جانا،(۱) حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اِسحاق علیہ السلام کی پیدائش،(۲) حضرت اِسحٰق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یَعقُوب علیہ السلام کا تذکرہ(۳) عہد نامہ قدیم اور قرآن مجید دونوں میں پایا جاتاہے۔ اِسرَائیل حضرت یَعقُوب علیہ السلام کا لقب تھا(۴) اور آپ علیہ السلام کی اولاد بعد میں بنی اِسرائیل کہلائی۔

چنانچہ یہود دراصل بنی اسرائیل کی وہ قوم ہے جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر میں آباد ہو گئی تھی۔(۵) اور بعد ازاں فرعون کے مظالم نے اُسے اتنا مجبور کر ڈالا،(۶) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں اسے مصر سے ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا،(۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو باری تعالیٰ کا حکم سنایا کہ ارضِ مقدسہ کی طرف جانا اور وہاں کے لوگوں سے جنگ کرنا تمہارے ذمے لگایا گیاہے، اور اب اس حکم کی تعمیل کرنا تمہارا فرض ہے۔(۸)

قرآن مجید میں اس کا تذکرہ مندرجہ ذیل آیات میں کیا گیاہے۔

CC BY

يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلا تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ(۹)

"اے مری قوم! اس مقدس سرزمین (ملک شام) میں داخل ہو جاؤ، جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے، اور پیٹھ پھیر کر نہ بھاگ جانا ورنہ نقصان اٹھانے والے بن کر لوٹو گے، وہ کہنے لگے، اے موسیٰ علیہ السلام! وہاں تو بڑے سرکش لوگ ہیں اور ہم تو وہاں ہرگز داخل نہ ہوں گے، جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں، ہاں اگر وہ اُس میں سے نکل جائیں، تو ہم ضرور داخل ہوں گے"۔

لیکن بنی اسرائیل اس حکم سے انکار کر کے بزدلی کا رویہ دکھاتی ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے سامنے طرح طرح کے بہانے بنانے کا ذکر قرآن مجید اور عہد نامہ قدیم میں پایا جاتا ہے۔

بنی اسرائیل کے حالات وواقعات سے قطع نظر کرتے ہوئے دیکھا جائے تو عہد نامہ قدیم میں تین اقسام کی جنگوں کا ذکر ملتا ہے۔

پہلی قسم کی جنگ وہ ہے جو کہ سات اقوام سے کرنے کے لیے واجب قرار دی گئی۔

"جب خداوند تیرا خدا تجھ کو اُس ملک میں جس پر قبضہ کے لیے تو جارہا ہے پہنچا دے اور آگے سے اُن بہت سی قوموں کو یعنی حیتوں اور جرجاسیوں اور اموریوں اور کنعانیوں اور فرزیوں اور یبوسیوں کو جو ساتوں قومیں، جو تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں نکال دے، اور جب خداوند تیرا خدا اُن کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو تو ان کو مارے تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا۔ تو اُن سے کوئی عہد نہ باندھنا اور ان پر رحم نہ کرنا۔ تو ان سے شادی بیاہ نہ کرنا"(۱۰)

دوسری قسم کی جنگ میں سخت تر اقدامات کا حکم ملتا ہے، اور نہ صرف جنگی مردوں بلکہ عورتوں، بچوں اور چوپائیوں تک کے قتل کر ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سو اب تو جا اور عمالیق کو مار، اور جو کچھ اُن کا ہے سب کو بالکل نابود کر دے اور اُن پر رحم مت کر بلکہ "مرد اور عورت، ننھے اور شیر خوار، گائے بیل اور بھیڑ بکریاں، اونٹ اور گدھے سب کو قتل کر ڈال"۔(۱۱)

تیسری قسم کے حکم میں، توسیعی جنگ کا تذکرہ ملتا ہے، چنانچہ یہاں پر جنگی مردوں کو قتل کرنے اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کا تذکرہ ملتا ہے۔

"اور جب تو کسی شہر کے پاس اُس سے لڑنے کے لیے آ پہنچے تو پہلے اُسے صلح کا پیغام دینا۔ تب یوں ہو گا کہ اگر وہ تجھے جواب دے، کہ صلح منظور ہے اور دروازے تیرے لیے کھول دے، تو ساری خلق جو اس شہر میں پائی جائے، تری خراج گزار ہو گی اور تری خدمت کرے گی اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ جنگ کرے تو اُس کا محاصرہ کر، اور جب خداوند تیرا خدا اُسے تیرے قبضہ میں کر دے، تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی مدد سے قتل کر ڈال، مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اُس شہر میں ہو، اُس کی ساری لوٹ اپنے لیے لے اور تو اپنے دشمن کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہو کھائیو"۔(۱۲)

ان تمام نظریات کے برعکس تالمودی قوانین میں جنگ کو ایک غیر متعلقہ اور غیر مطلوب حکم قرار دے کر Pacifism اور Quietism کا موقف اختیار کیا جاتا ہے۔ تالمودی ربی میسحا[1] کے آنے تک جنگ کو موقوف قرار دیتے ہیں اور فرض جنگ کو وحی کے زمانے سے خاص کرتے ہیں جبکہ Voluntary War جسے دیگر الفاظ میں توسیعی جنگ بھی کہا جا سکتا ہے مسیحا کے آنے تک موقوف قرار دیتے ہیں۔ الغرض جب بھی کسی یہودی سربراہ (Judae) نے سر اُٹھانے کی کوشش کی ہے، یا پھر جنگ لڑی ہے، تو تالمودی ربی اس کے خلاف فتاویٰ دیتے رہے ہیں اور اسے Bar Koziba[2] (جھوٹے مسیحا) جیسے القابات دیتے رہے ہیں۔(۱۳)

[1] Messiah: A Future Jewish king from Davidic line who is expected to save the Jewish Nation.

[2] Bar Koziba: Jewish leader who led a bitter but un successful revolt (132- 135)

> The wars waged by Joshua to conquer (Canaan) were obligatory in the opinion of all; the wars waged by the house of David for territorial expansion were voluntary in the opinion of all; where that differ is with regard to (wars) against heathens so that these should not march against them. One calls them commanded and the other voluntary, the practical issue being that one who is engaged in the performance of a commandment is exempt from the performance of another commandment.(14)

مندرجہ بالا اقتباس میں فرض جنگ کو حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور توسیعی جنگیں جنہیں دیگر الفاظ میں Voluntary War بھی کہا جا سکتا ہے، حضرت داؤدؑ کے عمل سے ثابت ہیں۔ بہر حال اختلاف اُن جنگوں کے بارے میں ہے، جہاں بت پرستوں کے خلاف جنگ کی بات کی جاتی ہے۔ سوان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ یہ جنگیں نہ لڑی جائیں، کوئی انہیں فرض جنگ کا نام دیتا ہے اور کوئی توسیعی کا، لیکن دراصل عملی بات یہ ہے کہ جو شخص ایک حکم کے پورا کرنے میں محو ہو، اُس سے دوسرا ساقط ہو جاتا ہے۔

فائرسٹون کہتے ہیں، کہ تالمودی ربیوں نے اس قسم کی گھمبیر عبارتوں میں نظریہ جہاد کو الجھا کر، عوام الناس کی سمجھ سے باہر نکال دیا، یوں وہ اپنے اس مقصد میں کسی حد تک کامیاب ہو گئے کہ جس کے مطابق وہ نظریہ جنگ کو پس پشت ڈالنا چاہتے تھے۔

دراصل یہودی اقوام پر بہت بڑی تباہیاں گزری ہیں اور ان تباہیوں کے دوران یہ اتنے مجبور رہے ہیں کہ انہیں اپنی جان بچانے کے لیے اس قسم کے احکام کا سہارا لینا پڑا۔(۱۵)

یہاں تک کہ انہوں نے اپنی اہم مقدس کتابوں سے پورے پورے اُن ابواب کو بھی نکال ڈالا،(۱۶) جو علم بغاوت یا نظریہ جنگ کی کسی بھی معنٰی میں معاونت کرتے ہوں اور ارض فلسطین کی طرف زیادہ تعداد میں ہجرت کو بھی ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ اور یہودی ربیوں کے نیز یہ ایک مکروہ کام تھا۔

> The rabbis discouraged mass movements that might have instigated a backlash by the various gentile powers under which the Jews lived after the destruction of the second Jerusalem temple.(17)

دوسری جانب جب موسیٰ بن میمون(۱۸) کے افکار پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اس میں باقاعدہ جنگی احکام و اقسام کا تذکرہ ملتا ہے۔ آداب جنگ اور Jus post bellum یعنی جنگ کے مابعد اثرات کا تذکرہ ملتا ہے۔ اسیرات جنگ کے احکام مذکور ہیں(۱۹) جو کہ ایک منفرد انداز میں یہودی ربیوں کی سالہا سال محنت پر پانی پھرانے کے مترادف ہے۔(۲۰)

معاصرین محققین کے مطابق موسیٰ بن میمون مسلمان محققین جیسے ابن رُشد اور الفارابی کے افکار سے متاثر تھا اور اس نے یہودیت کو یہودی آلائشوں سے پاک کر کے ایک مدلل انداز میں عہد نامہ قدیم کی روشنی میں پیش کیا ہے۔(۲۱)

اگرچہ بعض اوقات ابن میمون بھی احکام خداوندی کے بیان کے دوران اپنے مستدلل سے انحراف کرتے ہوئے، مقدم کو مؤخر کر دیتا ہے مثلاً اسیرہ جنگ کے بارے میں عہد نامہ قدیم میں اُسے میدانِ جنگ سے گھر لانے کے بعد ایک ماہ تک سوگ کا حکم ہے، جبکہ ابن میمون ایک مرتبہ مباشرت کر لینے کے بعد، ایک ماہ سوگ کا تعین کرتا ہے، جو کہ ایک ربّی ہونے کی حیثیت سے ایک غیر مناسب امر معلوم ہوتا ہے۔ حکم خداوندی کو اس طرح آسانی سے بدل دینا نہایت شنیع فعل

ہے۔[۲۲]

۲۰۱۲ء میں کی جانے والی ایک تحقیق کے مطابق ایک یہودی عالم یہ ثابت کرتے ہیں کہ دراصل عہد نامہ قدیم میں سے پورے پورے ابواب حذف کیے گئے ہیں یہ محض اس لیے کیا گیا ہے تاکہ نظریہ جنگ کو مکمل طور پر منظر نامہ سے غائب کر دیا جائے ذیل میں "حنوکہ" کے تہوار پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے Firestone لکھتے ہیں کہ:

حنوکہ[۲۳] یہودیوں کے مذہبی تہوار کا نام ہے جو دوسری صدی میں پیش ہونے والے واقعہ کی یاد میں منایا جاتا ہے۔اس واقعہ کے بارے میں یہودی تاریخ میں ابہام پایا جاتا ہے۔ دراصل عہد نامہ قدیم میں اس کا تذکرہ ہی موجود نہیں Firestone کے مطابق اگرچہ اس تہوار کا زمانہ بالکل وہی ہے جو عہد نامہ قدیم کی کتاب دانیال کا ہے اور سلوقی بادشاہ انطاکیس چہارم Antiochus IV اسی زمانے کا ظالم بادشاہ تھا جس زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا، لیکن اس کا کوئی تذکرہ اس باب دانیال میں نہیں ملتا۔ یہ واقعہ Books of first and second Maccabees میں پایا جاتا ہے، جو کہ دراصل یہودیوں نے ترتیب دیا تھا لیکن بعد میں اسے ۷۰ عیسوی میں رومی حکومت کے ہاتھوں زیر ہونے کے بعد اپنی کتاب سے نکال دیا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ اس باب میں وہ نظریات پائے جاتے تھے جن کا تذکرہ یہودی لوگوں کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔

اگرچہ یہودی ربیوں نے اسے کتابوں سے تو نکال دیا مگر اس تہوار کے منانے پر پابندی نہ لگائی۔اس تہوار کا تذکرہ منانے کی حد تک تالمود میں ضرور موجود ہے لیکن جب ان تاریخی تذکروں کا موازنہ اُن دستاویزات سے کیا جاتا ہے جو کہ عہد نامہ جدید میں "Maccabees" کے نام سے پائی جاتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ علمائے یہود نے چند نکات کو پس پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ مختصراً بیان کیا جائے تو باب مکابی میں اُس جنگ کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جس میں Judean افواج، مخالف قوم کی افواج پر غالب آ گئی تھیں اور کم تعداد میں ہونے کے باوجود، بھاری فوج سے پر جوش مقابلہ کرنے کے قابل ہوئیں تھیں۔

> The rabbinic material ignores the military victory, and celebrates in its place, a different miracle. (24)

یونانیوں کے خلاف یہ کامیاب جنگ مکابین یا Hasmoneans نے لڑی۔ آج کل دونوں ناموں کو اس خاندان کی طرف نسبت کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ Mattathias کے اُن جنگجو بیٹوں کا نام ہے جنہوں نے یونانی مقتدرین سے نہایت بہادری کے ساتھ یہ جنگ لڑی تھی۔اس بغاوت کا زمانہ ۱۶۷-۱۶۶ ق م کا بیان کیا جاتا ہے۔

یہودی تاریخ دان Titus Flavius Josephus نے اپنی کتاب میں رقم کیا ہے کہ انطاکیس چہارم کو شکست دینے کے بعد جب Judea مکابی نے ہیکل ثانی کو دوبارہ منور کیا اور اس کی حالت زار کو سنوارا اس زمانے میں یہ ایک عظیم کام تھا کہ اتنی عظیم طاقت کے خلاف چند لوگ کھڑے ہو کر جنگ کریں اور پھر کامیابی پائیں۔ Josephus نے اسے Festival of lights کا نام دیا ہے اور اسے حنوکہ نہیں کہا۔ "Jewish antiquities" نے اس کا مکمل خاکہ پیش کیا ہے جس سے ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مذہب کے لئے لڑی جانے والی جنگ تھی اور اس کا سب سے بڑا مقصد اپنی ڈھائی گئی خانقاہ کو دوبارہ آباد کرنا تھا۔ Judea نے خود اپنے ہاتھوں سے Temple کی صفائی کی، قربانی کی میز لگائی اور اسی طرح قندیلوں کو روشن کیا۔[۲۵]

بالکل اسی طرح Book of Maccabees میں بھی واضح الفاظ کے ساتھ اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

Then Judas and his brothers said “see your enemies are crushed; let us go up to cleanse the sanctuary and dedicate it. (26)

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، یہودی ربیوں نے رومی سلطنت کے خوف سے پرانے عہد نامے سے مکابیوں کے ابواب کو ہٹا دیا اور یہ کوشش کی ہے اس مذہب سے بغاوت اور بغاوت کے کسی بھی لائسنس کو ہٹانے یا چھپانے کی کوشش کریں۔ جدید علماء نے سوال کیا ہے کہ اس تہوار کو یہودیت میں اتنا اہم مقام حاصل ہے تو اس کا پس منظر ہونا ضروری ہے، لیکن حیرت کی بات ہے کہ ربی اسے مکمل طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس کا ذکر پورے تالمود سوائے ایک جگہ کے اور کہیں نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ایک عبارت ہے، جسے تلمودی عبارت میں جگہ نہیں دی گئی اور تدوین کے بعد حذف کر دی گئی۔ یہ عبارت درج ذیل ہے۔

What is Hanukkah? As our Rabbis taught, the eight days of Hanukkah [begin] on the twenty-fifth of Kislev, during which ecologies and fasting are not permitted, because the Greeks, when they entered the Temple, burned all the oil that was in the temple. And when the Hasmoneans defeated them, they searched but found only one jar of oil with the high priest's seal on it, which was only enough for one day. But a miracle happened that they burned the lamp (oil) for eight days. The following year, they celebrated these days as a festival with songs of praise and thanksgiving. (27)

الغرض حنوکا کی نوعیت کی وضاحت کے لیے جن اہم عناصر کو یاد رکھنا ضروری تھا ان کو ضائع کر دیا گیا اور دوسری چیزوں پر توجہ مرکوز کی گئی، اور کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ میں دراصل ایک معجزہ رونما ہوا جو کہ اعلیٰ پادری کے چراغ کا جلنا تھا۔ بڑے پادری کی جگہ کے قریب جو چراغ لگا ہوا تھا اس میں صرف اتنا تیل تھا کہ صرف ایک دن چراغ جلا سکتا تھا لیکن معجزانہ طور پر آٹھ دن تک روشن رہا۔ یہ تہوار اس معجزے کو مناتا ہے اور کسلیو کے مہینے میں آٹھ دن تک روشنیاں روشن کی جاتی ہیں۔ روگ کرنا اور روزہ رکھنا حرام ہے۔

ہر اہم واقعہ میں مرکزی کرداروں اور ان کے کارناموں کا ذکر پہلے کیا جاتا ہے۔ یہاں اس کے برعکس سارے واقعہ کو ایک طرف رکھ دیا گیا اور چراغ جلانے کا خیال مرکوز خاطر رکھا گیا کیونکہ یہودی ان خیالات کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ مصنف کہتے ہیں کہ اوپر نقل کئے گئے واقعہ کو Barayta میں رقم کیا گیا ہے۔ برائیتا سے مراد تلمود کی وہ عبارتیں ہیں جو تالمود کی آخری نظر ثانی کے دوران چھوڑ دی گئی تھیں۔ (۲۸) اس کے علاوہ تلمود میں اس عیدٗ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

لیکن جوزیفس نے اپنی کتاب میں خود کو ہسمونین خاندان کا فرد قرار دیتے ہوئے اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے جس سے یہودیوں ربیوں کے راز افشاء ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نئے عہد نامے میں پائے جانے والے مکابیوں کے ابواب اس واقعہ اور اس بغاوت کا مضبوط ثبوت ہیں۔

It was not until the mid-10th century that Judas and his heroic deeds were introduced to the rabbinic Jewish world with the creation of

the famous Sefer Josephus, a work based on the works of Josephus and the Maccabees. (29)

فائر سٹون کا کہنا ہے کہ یہ واقعات ۱۰ ویں صدی کے وسط میں جوزیفس کے بیان میں ظاہر ہوتے ہیں، جس میں میکابیز کے مرکزی موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ النمل میں بھی بالکل اسی طرح کی ایک مثال ثابت کی جاسکتی ہے۔ سورۃ النمل میں ملکہ سباء کے واقعہ کے بیان میں کچھ اس طرح سے الفاظ کا تذکرہ ملتا ہے جو کہ اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ یہودیت کا نظریہ جنگ اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق بُت پرستی کا خاتمہ چاہتی تھی اور اس کے نیز زمین پر اللہ کے دین کے غالب ہونے کی نظریاتی فکر کارفرما تھی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ() إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ() أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ()[۳۰]

ترجمہ: "ملکہ سبا کو جب سلیمان علیہ السلام کی جانب سے خط ملا تو وہ کہنے لگی اے سردارو! مجھے ایک قابل احترام خط ملا ہے یہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے شروع ہوتا ہے۔ لکھا ہے کہ تم میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ"۔

اس واقعہ میں قرآن کریم حضرت سلیمان علیہ السلام کے اُس اقدام کی طرف اشارہ کرتی نظر آتی ہے جو اسلام کے نظریہ جہاد میں کارفرما ہے۔ یعنی کے مقصود محض Territorial expansion نہیں ہے بلکہ دراصل سلیمان علیہ السلام کے اقتدار کے اندر نہ صرف انس و جن بلکہ پرندے اور دیگر مخلوقات بھی شامل تھیں۔ یقیناً انہیں زمین اور جاگیر کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن انہوں نے لفظ "تَعْلُوْا عَلَیَّ" کا استعمال کیا ہے جس سے مراد دین اللہ کا غلبہ حاصل ہونا مقصود تھا۔

ملکہ سبا اور اُسکی قوم سورج پرستی کرتی تھی اور انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط کے جواب میں کچھ تحفے تحائف دے کر قاصد روانہ کئے تاکہ وہ جا کر معلومات کریں کہ دراصل سلیمان علیہ السلام کا منصب اور مقصد کیا ہے جب وہ محل میں حاضر ہوتے ہیں اور ان تحائف کو پیش کرتے ہیں تو سلیمان علیہ السلام ان الفاظ کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ[۳۱]

ترجمہ: اُن کے پاس لوٹ جا، ہم اپنے ایسے لشکروں کے ساتھ اُن پر چڑھائی کریں گے جن کے مقابلے میں اُن کی طاقت نہ ہو گی اور ہم اُن کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے۔

اسلوب کو دیکھا جائے تو محض ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام نے محض اللہ کے دین کے غلبہ کے حصول کے لیے اقدامات کئے اور بعد ازاں ملکہ سبا ایمان لے آئیں اور جنگ کی نوبت پیش نہ آئی۔

اسی واقعہ کو اگر عہد نامہ قدیم کی روایات میں تلاش کیا جائے تو یہ الفاظ ملتے ہیں۔

جب ملکہ سبا نے سلیمان علیہ السلام کی شہرت سنی تو وہ مشکل سوالوں سے سلیمان علیہ السلام کو آزمانے کے لیے بہت بڑی جلو اور اونٹوں کے ساتھ جن پر مصالح اور بافراط سونا اور جواہر تھے یروشلم میں آئی اور سلیمان علیہ السلام کے پاس آ کر جو کچھ بھی اُس کے دل میں تھا اُس سب کی بابت گفتگو کی۔۔۔۔ اور وہ لوٹ کر اپنے ملازموں سمیت اپنی مملکت کو چلی گئی۔[۳۲]

عہد نامہ قدیم میں رقم ان واقعات کو پڑھنے والا ملکہ سبا کے تحفے کی شان کے بارے میں تفصیلات جاننے کے بارے میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ اُسے اس واقعہ کے اہم مقصد کی طرف خیال ہی نہیں جاتا۔ سوالات کا تفصیلی تذکرہ نکال کر اختصار کے ساتھ کہہ دیا گیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ان سوالات کا تفصیلی جواب دے کر ملکہ سباء کو مطمئن کر کے رخصت کیا۔

غور کیا جائے تو یہاں بھی تفصیلات حذف کئے جانے کا احتمال پایا جاتا ہے۔ بہر حال ہم نہ تو ان اسرائیلیات کی تصدیق کر سکتے ہیں اور نہ ہی تکذیب کر سکتے ہیں۔

سب سے اہم اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جنگ عظیم دوم کے بعد جب یہودیوں کو دوبارہ ارضِ فلسطین میں آبادکاری کا موقع ملا، تو انہیں دوبارہ Defence forces کے قیام کی ضرورت پڑی اور اس امر کا احساس ہوا کہ وہ صدیوں اپنے نظریہ جنگ کو ٹھکراتے آئے ہیں، لیکن اب انہیں ایک بار پھر اس کی ضرورت پڑ گئی ہے۔[۳۳]

چنانچہ (Laws of Pursuer) یعنی حقِ دفاع نفس کے لیے لڑنے والے کے قانون سے استفادہ کرتے ہوئے، افواج کے قیام کے تصور کو دوبارہ بحال کیا گیا اور فوجداری قانون کا سہارا لیا گیا۔[۳۴]

بعض صیہونی گروہوں نے دوبارہ عہد نامہ قدیم کو متدلل بنا کر نظریہ جنگ کو اجاگر کیا، مگر اُن رکاوٹوں کا سامنا کرنے کے لیے، جو یہودی ربی سالہا سال اپنی کتابوں میں درج کرتے آئے تھے (اور Quietism کے پابند رہے تھے)، فوجداری قانون کو سہارا بنانا اُس روش کی طرف اشارہ کرتا دکھائی دیتا ہے جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ الخ[۳۵]

"یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں، جو لفظوں کو اپنی کی اصل جگہ سے ہٹادیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا لیکن ہم مانتے نہیں"

الغرض اسرائیلی ریاست میں ایک بار پھر اقتدار آتے ہی، یہودیت کے اصل نظریہ جنگ کو متدلل بنایا گیا اور آج کل کی یہودی جامعات میں موسیٰ بن میمون کے افکار کو خاطر خواہ اہمیت دی جارہی ہے۔ البتہ یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس نظریہ کہ رد میں بھی دلائل دیئے گئے ہیں۔ معاصرین محققین کے بقول:

"Laws of Pursuer کو کھینچ تان کر جنگی متدلل بنانا، نہایت کمزور موقف کی تائید کرتی ہے۔ دراصل درپے ہونے والے کا قانون تو نہایت محدود نقصان پہنچانے کی نشاندہی کرتا ہے لیکن یہاں پر تو مخالف اقوام پر جارحانہ کاروائیاں کی جاتی ہیں اور یہاں تک کہ غیر مقاتلین کو بھی بموں اور ہتھیاروں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔[۳۶]

بین الاقوامی انسانی قانون اور یہودیت کا نظریہ جنگ:

معاصرین محققین کے بقول یہودیت کا نظریہ جنگ Pacifist ہے اور اس میں جنگی مردوں کے علاوہ آبادیوں اور عبادت خانوں کو نشانہ نہیں بنایا گیا۔ اس ضمن میں وہ اُن دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں محاصرہ کے دوران، چار اطراف میں ایک طرف کھلی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

موسیٰ بن میمون نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ یوشع علیہ السلام نے حملہ کرنے سے قبل تین مرتبہ صلح کا پیغام دیا تھا، جس کا مقصد غیر مقاتلین کو خبردار کرنا اور ان کو میدان جنگ سے بھاگ جانے کا موقع دینا مقصود تھا۔ اس طرح محاصرہ کے دوران بھی ایک جانب سے نکلنے کی گنجائش غیر مقاتلین کے لیے رخصت ہوگی۔

چنانچہ اس واقعہ کے مطابق عام شہریوں اور ہتھیار ڈال دینے والوں کے لیے رعایت کی گئی ہے۔ اسی طرح یہ رائے بھی دی گئی ہے کہ یہودیت کا موقف امن پسند ہے جیسا کہ محاصرہ میں غیر جنگی مقاتلین کو ذخیرے ختم کرنے کے لیے Pawns کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور بین الاقوامی قانون میں اس کا جواز موجود ہے۔ لیکن یہاں پر نرمی اختیار کرتے ہوئے، عام شہریوں اور جنگ نہ چاہنے والوں کو بھاگ جانے کا اختیار دیا گیا ہے۔[۳۷]

الغرض ہر ممکن طور پر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ یہودیت میں جنگ دفاعی بنیادوں پر پائی گئی ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا حکم موجود نہیں جبکہ Zionists تحریکیں مسلمانوں پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑ رہی ہے، اور مولانا مودودیؒ کے بقول اسرائیل کی ریاست خود اپنے نظریہ جنگ پر تبصرہ کرتی دکھائی دے رہی ہے۔ صیہونی گروہوں نے ہر اُس قوم کو عمالقہ قرار دیا ہے جو کہ اُن کی راہ میں رکاوٹ ہیں اور انہیں بنیادوں پر اُن سے جنگ لڑی جارہی ہے۔[۳۸]

البتہ اگر Jus post bellum کے قوانین کی بات کی جائے تو یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ یہودیت میں توسیعی جنگوں کے دوران، پہلے صلح کا پیغام دینے کی ہدایات دی گئی ہیں۔[۳۹] اگر مفتوحہ قوم اس پر راضی ہو جائے تو وہ باجگذار بن کر خدمت کرنے پر مامور ہوگی۔ دوسری جانب اگر وہ اس پر راضی نہ ہو، تو جنگی مردوں کو قتل کرنے اور خواتین اور بچوں کو قید کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔[۴۰] یہودیت میں عبرانی اور غیر عبرانی غلام کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔ اور عبرانی غلام کو سالِ یوبلی اور ساتویں سال کی اختتام پر آزادی کا پروانہ دیا گیا ہے۔[۴۱] جبکہ غیر عبرانی غلام جسے دیگر الفاظ میں اسیر جنگ بھی کہا جاسکتا ہے، کو ابدی غلام بنایا گیا ہے۔[۴۲]

اگرچہ بعض مواقع پر عمومی طور پر تمام غلاموں کو آرام کرنے اور مارپیٹ سے بچانے کی ہدایات کی گئی ہیں۔[۴۳] لیکن عموماً اُن تمام مراعات سے نہیں نوازا گیا، جو عبرانی غلام اور لونڈی کو دی گئی ہیں۔ مثلاً ایک عبرانی لونڈی کو اگر اُس کا آقا روٹی، کپڑا یا مکان دینے میں کوتاہی کرے تو وہ بنا فدیہ دے کر چلی جانے کی مجاز

ہے۔(۴۴) مگر غیر عبرانی غلام اور لونڈی میراث میں آقا کی اولاد کو منتقل ہو جاتے ہیں، اور انہیں آزادی نہیں ملتی۔(۴۵)

اسیرہ جنگ کے بارے میں اگرچہ عہد نامہ قدیم نرم رویہ رکھنے کا حکم دیتا ہے اور مندرجہ ذیل تذکرہ باب استثناء میں موجود ہے۔(۴۶)

اور اُن اسیروں میں سے کسی خوبصورت عورت کو دیکھ کو تو اُس پر فریفتہ ہو جائے اور اُس کو بیاہ لینا چاہے، تو تو اُسے اپنے گھر لے آنا اور وہ اپنا سر منڈوائے اور اپنے ناخن ترشوائے اور اپنی اسیری کا لباس اُتار کر تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ تک اپنے ماں باپ کے لیے ماتم کرے۔اس کے بعد تو اس کے پاس جا کر اس کا شوہر ہونا اور وہ تیری بیوی بنے اور اگر وہ تجھ کو نہ بھائے تو جہاں وہ چاہے، اُس کو جانے دینا لیکن روپے کی خاطر اُس کو ہر گز نہ بیچنا اور اس سے لونڈی کا سا سلوک نہ کرنا، اس لیے کہ تو نے اس کی حرمت لے لی ہے۔

لیکن بعد کے یہودی ربی اس حکم خداوندی کو دیگر الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ مثلاً "استبراء"(۴۷) کا حکم جو کہ اسلام میں بھی پایا جاتا ہے عہد نامہ قدیم میں "سوگ" کے نام سے موجود ہے، مگر موسیٰ بن میمون نے اسیرہ جنگ کو گھر لا کر اُسے مباشرت کے لیے استبراء سے پہلے ہی جائز قرار دے دیا ہے، بعد ازاں اگر وہ ایک ماہ سوگ کے بعد یہودی بن جائے تو اُس سے صحبت کو جائز قرار دے کر نکاح کرنے کا حکم دیا ہے، ورنہ سات نوحؑ کو دیے گئے احکام کا پابند کرنے کا حکم دیا ہے اور نکاح کی اجازت نہیں دی۔ اس صورت میں اس باندی کو آزاد کر کے چھوڑ دیے جانے کا حکم دیا ہے۔ مزید یہ کہ اگر وہ ان سات احکام کو بھی ماننے سے انکار کر ڈالے تو اُسے قتل کرنے کے لیے مجاز قرار دیا ہے۔(۴۸)

Katherine لکھتی ہیں کہ یہودی ربیوں نے عہد نامہ قدیم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، لونڈیوں سے مباشرت پر پابندی لگائی تھی حالانکہ ان کو معلوم تھا کہ عہد نامہ قدیم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لونڈی کے بطن سے پیدا ہونے کا تذکرہ موجود ہے۔ اس سے زیادہ بڑی دلیل اور مثال کون سی قرار دی جاسکتی ہے۔(۴۹) الغرض یہودیوں نے لونڈیوں سے اولاد پیدا کرنے کو ممنوع قرار دیا اور غیر یہودی ماں کے ساتھ مباشرت پر پیدا ہونے والی اولاد کو باپ سے منسوب کرنے سے انکار کیا ہے اور اس کی ذمہ داری عدالت پر ڈالی ہے۔(۵۰)

معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت میں نہ صرف جواز جنگ بلکہ بعد از جنگ برآمد ہونے والے نتائج پر بھی کئی تطورات گزرے ہیں، جو کہ حالات زمانہ کے دباؤ اور اثرات کا نتیجہ تھے۔

تلخیص(Abstract)

مذکورہ بالا تحقیق میں یہودیت کے نظریہ جنگ کو اس کے تین پہلوؤں یعنی کہ سببِ جنگ(Jus ad bellum)، دورانِ جنگ قوانین(Jus in bello)اور بعداز جنگ اثرات(Jus post bellum)کے ساتھ جانچنے کی کوشش کی گئی ہے۔عہد نامہ قدیم میں جنگ کے حوالے سے دو قسم کے احکامات پر دلالت کی گئی ہے۔ایک حکم میں مکمل طور پر دشمن کے خاتمہ کی جبکہ دوسرے حکم میں مردوں کے قتل اور عورتوں اور بچوں کے اسیر کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔تفصیل دیکھی جائے تو اول الذکر فرض جنگ کا اور آخر الذکر کو توسیعی جنگ کا حکم قرار دیا جاتا ہے لیکن بالآخر یہودی ربی ان تمام جنگوں کو موقوف قرار دیتے ہوئے کسی بھی نئی سیاسی حرکت کا دروازہ بند کر دیتے ہیں۔

محققین اس نظریاتی تطور کو حالاتِ زمانہ کے دباؤ اور غلامی کے دور کے اثرات ثابت کرتے ہیں۔فائر سٹون کیتھولک بائبل کا حوالہ دیتے ہوئے یہ سوال حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور محذوفات منظر عام پر لانے کے بعد یہ نظریہ دیتے ہیں دراصل نظریہ جنگ کا اصل منبع قرآن مجید میں مذکور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملکہ سبا کے بھیجے جانے والے پیغام اور اس واقعہ کے عہد نامہ قدیم میں موجود تذکرہ سے تقابل سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ تفصیلات کو منظر نامہ سے غائب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔جنگ کے بعد ہی درپیش حالات کا جائزہ ابنِ میمون کی تشریح کے حوالہ سے کیا گیا ہے جو کہ تحریف کا منہ بولتا ثبوت ہے۔الغرض اگر عہد نامہ قدیم کو متدلل بنا کر تحقیق کی جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنگ کے نظریہ میں "غلبۃ دین اللہ" یا "اعلاء کلمۃ اللہ" کی فکر کارفرما تھی چنانچہ قطعی طور پر اسے توسیعی جنگ (جسے دیگر الفاظ میں Territorial expansion کہا گیا ہے) کہنا نامناسب ہے۔

یہودیت میں موجود آلائشوں اور اختراعات کو جانچنے کے لیے Firestone نے تاریخی کتابوں کا حوالہ پیش کیا ہے۔راقمہ کی نظر میں نفسِ مضمون کو قرآن کی روشنی میں جانچے جانے کی ضرورت ہے جس کے ذریعے اصل مقصود تک بآسانی پہنچا جا سکتا ہے۔اس موقعہ پر یہودیت اور اسلام دونوں میں نظریہ جنگ کے پیچھے ایک ہی فکر کارفرما نظر آتی ہے جو کہ "غلبۃ دین اللہ" ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

۱. عہد نامہ قدیم، پیدائش، ۱۲:۶۔۵
Old Testament, Genesis: 5-6

۲. عہد نامہ قدیم، پیدائش، ۱۶:۱۱۔۱۲
Old Testament, Genesis, 12: 11-12

۳. عہد نامہ قدیم، پیدائش، ۲۵:۲۶
Old Testament, Genesis, 25: 26

۴. عہد نامہ قدیم، پیدائش، ۳۵:۱۰۔۱۱
Ibid, Genesis, 35: 10-11

۵. عہد نامہ قدیم، پیدائش، ۴۶:۲۹
Ibid, Exodus, 46: 29

۶. عہد نامہ قدیم، خروج، ۱:۱۱
Ibid, Exodus, 1:11

۷. عہد نامہ قدیم، خروج، ۱۲:۳۲
Ibid, Exodus, 12: 32

۸. عہد نامہ قدیم، خروج، ۳۳:۱۔۳
Ibid, Exodus, 33: 1-3

۹. القرآن، المائدہ: ۲۲۔۲۱
Alquran, 5: Deuteronomy, 7: 1-3

۱۰. عہد نامہ قدیم، استثناء، ۷:۱۔۳
Ibid, Samuel, 15:4

۱۱. عہد نامہ قدیم، سموئیل، ۱۵:۴
Ibid, Samuel, 15:4

۱۲. عہد نامہ قدیم، استثناء، ۲۰:۱۰۔۱۴
Ibid, Deuteronomy, 20: 10-14

13. Song of songs (in chirstion Bibles) song of Solomon, 2:7, 3:5, 8:4.

14. Babylonian Talmud, sotah 44b.

15. Firestone, Reuven, Holy war in Judaism: The fall and rise of a controversial idea (New York, Oxford university press, 2012), 70.

16. I Maccabees, 4:36-56, New Revised standard version Catholic Bible.

17. Firestone, p90

18. Moses bin Maimonides also known as Rambam, Jewish medieval philosopher and intellectual figure.

19. Moses bin Maimonides, Milachim-u-Milcham translated by Eliyahu Tougher, ch#5,6. Accessed at www.chabad.org

20. Ibid, 5:1

21. Wilkes, George RS, Religious wars in the works of Maimonides, "Just wars, Holy wars and Jihads" (oxford university press, 2012), p147

22. Maimonides, Milachim-u-Milchamot, 8:1-9.

23. Hanukah is a Jewish holiday commemorating the rededication of the second temple in Jerusalem at the time of the Maccabean revolt.

24. Firestone, p27

25. Titus Flavius josephus/ Ralph Marcus, Josephus (in Nine volumes), (Jewish Antiquities xii-xiv) Harvard university press, 1957, vol VII, p165.

26. I Maccabees 4:36-59, New revised standard version catholic bible edition www.biblegateway.com

27. Babylonian Talmud, Shabbat 21b.

28. Firestone, p37

29. David Flusser (ed), sefer Yosifon (Jeruslam: Mercaz Zalman Shazar, 1978) [cited in note 25 of "Holy war in Judaism" by Firestone, p38].

۳۰. القرآن الکریم، الھود:۹۳

Al Quran, 11: 93

۳۱. القرآن الکریم، النمل:۲۹

Al Quran, 27: 29

۳۲. عہد نامہ قدیم، تواریخ، ۹:۱-۲

Old Testament, Chronicles, 9:1-2

33. Firestone, introduction.

34. Michael, J Brayed, Fighting the wars and pacifism in the Jewish tradition, Jewish law peace, Battlefield Ethics, Peace talks, treaties articles retrieved Dec, 2018 from www.jlaw.com.

۳۵. القرآن، النساء:۴۶

Al Quran, 4; 46

36. Suzzane, last stone, the Jewish law of war: The turn to international law and ethics, "Holy Wars, Just Wars and Jihads" Edited by Suhail Hashimi (oxford University press, 2012), 244.

37. Michael, J Brayed, Fighting the wars and peace, www.Jlaw.com.

۳۸. مودودیؒ، ابوالاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام: ص۳۸۸، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۱۲ء

Abul Ala Maudoodi, Al jihad fil islam, p 388, 2012.

۳۹. عہد نامہ قدیم، استثناء، ۲۰:۱۴-۱۰

Old Testament, Deuteronomy, 20: 10-14

۴۰. ایضاً

Ibid

۴۱. عہد نامہ قدیم، خروج، ۲۱:۲

Ibid, Exodus, 21:2

۴۲. عہد نامہ قدیم، خروج، ۲۱:۶

Ibid, Exodus, 21: 6

۴۳. عہد نامہ قدیم، خروج، ۲۱:۲۰/استثناء، ۵:۱۴

Ibid, Exodus, 20: 21/ Deuteronomy, 5: 14

۴۴. عہد نامہ قدیم، خروج، ۲۱:۱۱، ۱۰

Ibid, Exodus, 21: 10,11

۴۵. عہد نامہ قدیم، احبار، ۲۵:۴۶

Ibid, Leviticus, 25: 46

۴۶. عہد نامہ قدیم، استثناء، ۲۱:۱۴-۱۱

Ibid, Deuteronomy, 21: 11-14

۴۷. استبراء: فقہ اسلامی میں استبراء سے مراد لونڈی کا ایک آقا سے دوسرے آقا تک منتقل ہونے کے دورانیہ کا نام ہے۔ اس دوران حیض آنے سے لونڈی کے استبراءِ رحم (اولاد کے نہ ہونے) کی دلالت ہو جاتی ہے اور وہ نئے آقا کے لیے حلال ہو جاتی ہے۔ علماء کرام نے اسے ایک ماہ کی مدت قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب الخراج للامام ابویوسف/الدر المختار۔

Moses bin Maimonides, Milachim-u-Milchamot, Ch#8 accessed at cdo/aid/1188353/ Jewish Milachim-u-Milchamoty ch#8.html

48. Moses bin Maimonides, Milachim-u-Milchamot, Ch#8 accessed at cdo/aid/1188353/ Jewish Milachim-u-Milchamot ch#8.html

49. Hezser, Catherine, slavery and the Jews, "Cambridge world's history of slavery "edited by Keith Bradley (Cambridge University press, 2011) v1 p 44.

50. Maimonides, Milachim-u-Milchamot, ch#8.